اکابر علمائے دیوبند کی منتخب کتبِ سیرت، ایک تعارف

مفتی محمد جنید انور

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر جب اور جس گھڑی ہو، تحریر میں ہو یا تقریر میں کیا جائے، ایک نعمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے اس امت پر جو عظیم الشان انعام ہوا ہے، اس کی نظیر اس سے قبل کائنات میں نہیں مل سکتی اور یہ انعام اولادِ آدم کے لیے عام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے دنیا و آخرت کے مصالح کی تکمیل ہوئی ہے اور اس نعمت کی وجہ سے اللہ کا دین کامل ہوگیا، جس دین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بیان اس امت کا ایسا محبوب اور مرغوب موضوع رہا ہے، جسے پڑھ کر اور سن کر طبیعتیں نہ سیر ہوسکی ہیں، نہ ہوسکیں گی۔ یہ اس لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہر زمانے کے انسانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی ایسی مثال ہے جس سے عام انسانوں کے حوصلے عمل کے لیے بلند ہوسکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا بیان انتہائی بابرکت اور باعثِ سعادت عمل ہے۔

سیرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا سدابہار اور بابرکت موضوع ہے جس پر دنیا کی ہر زندہ زبان میں کام ہوا ہے مگر اتنا کچھ لکھنے کے باوجود ابھی تک لکھنے والوں کی تشنگی باقی ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ ربانی وعدہ ہے، ورفعنا لك ذكرك لهٰذا اس پر قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا احاطہ نہ کسی قلم کے بس کی بات ہے اور نہ کسی زبان کے اختیار میں۔ لکھنے والے اور کہنے والے تو محض حصول سعادت کے لیے زبان وقلم سے موتی بکھیرتے اور ستارے ابھارتے ہیں، مقصود صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی عظمت کا اظہار ہے۔ اس عظمت کے اظہار کی یہ کوشش نہ ختم ہونے میں آتی ہے اور نہ سیرت کے انوار و برکات ختم ہوتے ہیں بلکہ فکر و نظر کی یہ قوس قزح، وقت کے سفر کے ساتھ ساتھ نت نئے رنگوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی جارہی ہے۔ اُردو زبان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ عربی، فارسی کے بعد سیرتِ رسول کے گوناگوں گوشہ ہائے مبارکہ پر سب سے زیادہ اس زبان میں لکھا گیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

سیرت النبی سے علماء دیوبند کا خاص ذوق وابستہ ہے۔ اس ضمن میں ان کا کام مختلف جہتیں رکھتا ہے۔ علمائے دیوبند

اوران کے تربیت یافتہ اہلِ قلم حضرات نے سیرت کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور اپنی بساط کے مطابق سرورِ دو عالم کی جاوداں سیرت کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ ایک طویل سلسلہ ہے، ایک ایسا سلسلہ جس کے تابندہ نقوش سے ہم آج بھی روشنی حاصل کررہے ہیں اور یہ سلسلہ الحمدللہ تاحال جاری ہے۔

ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے اس مضمون میں ہم اکابر علمائے دیوبند کی منتخب کتب سیرت کا تعارف پیش کریں گے۔

آفتاب نبوت/ قاری محمد طیبؒ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۴ء)

یہ کتاب ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ حکیم الاسلام کی یہ کتاب سیرت کی کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے، جس میں نبی کریم کی زندگی کے تمام حالات و واقعات ترتیب سے بیان کئے گئے ہوں۔ اس کتاب کی اصل بنیاد اور ڈھانچہ قرآنی آیت ''وداعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً'' کی تشریح و تمثیل پر استوار ہے۔ (آفتاب نبوت/ قاری محمد طیب/ لاہور، ادارہ عثمانیہ، جلد اول، ۱۹۶۱ء/ص ۱۱) درحقیقت آپ کا مقصد اس آیت مبارکہ کو سیرت کا ماخذ ثابت کرنا ہے۔ یہ ایک تمثیلی تحریر ہے۔ انتہائی سائنسی انداز میں مصنف علیہ الرحمۃ نے مادّی آفتاب اور اس کے چاند ستاروں اور عالم کائنات پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے روحانی آفتاب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے اثرات کو واضح فرمایا ہے۔

اس کتاب میں حکیم الاسلامؒ نے سیرت کے اساسی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ جس طرح احکام اور اصول کی بنیادیں ہمیں قرآن کریم سے ملتی ہیں، اسی طرح سیرت کی بنیادیں بھی بلاکسی شک وشبہ کے قرآن کریم سے ملی ہیں۔ بنیادی طور پر اس میں مصنف نے قرآن کریم کی ایک آیت کی وضاحت فرمائی ہے اور بطور استدلال قرآن کریم کی دیگر آیات نیز احادیث نبویہ کو بھی لائے ہیں۔ بعض مقامات پر احادیث بلاحوالہ نقل کی گئی ہیں۔ کتب حدیث میں سے بطور ماخذ مشکوۃ المصابیح کو، تفاسیر میں سے تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی اور لغات میں سے لسان العرب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ نیز آفتاب نبوت سے جو انقلاب عام برپا ہوا اور اس کے جو اثرات ظاہر ہوئے اس کے لئے تورات اور انجیل سے بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ نبی کریم کی شان نبوت کی ۵۷ تجلیات (اصولی مثالیں) دکھا کر سیرت کی وضاحت کی گئی ہے اور ان تجلیات کے ضمن میں بڑے لطیفانہ و حکیمانہ نکات برآمد کئے ہیں۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ کتاب اردو کتب سیرت میں انفرادی شان کی حامل ہے۔

بشائر النبیین بظہور خاتم الانبیاء والمرسلین/ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

اس کتاب میں کتب سابقہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحائف مثلاً حبقوق، صحیفہ یسعیاہ اور کتاب دانیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے متعلق جو بشارتیں مذکور ہیں انہیں جمع کیا گیا ہے۔ ان بشارتوں کے حوالے سے علماء نصاریٰ نے ان پر جو اعتراضات بوجہ تعصب و عناد کئے ہیں ان کے مفصل اور کافی شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

کتاب میں مجموعی طور پر پچیس بشارتیں ذکر کی گئی ہیں۔اس کا اولین ایڈیشن سن ۱۳۴۷ ہجری میں حیدرآباد دکن (انڈیا) سے شائع ہوا۔ پاکستان سے اس کا اولین ایڈیشن سن ۱۳۵۰ ہجری میں اور دوسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ سن ۱۳۸۱ ہجری میں منظر عام پر آیا۔اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا ہے جسے دارالتصنیف لمیٹڈ، کراچی نے شائع کیا ہے۔

بلاغِ مبین (مکاتیب سید المرسلین)/مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (۱۹۰۱ء۔۱۹۶۳ء)

مولانا نے یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں اپنے عرصہ اسیری کے دوران دہلی کی ڈسٹرکٹ جیل میں لکھی۔کتاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ومکاتیب پر مشتمل ہے۔کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔اصول تبلیغ ۲۔فرامین سید المرسلین ۳۔نتائج وعبر

پہلے حصے میں دین کی دعوت وتبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح طریقہ اور اس کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ دین کی نشر واشاعت اور کلمۂ حق کے اعلاءِ حقیقی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اسلام نے اس کے لئے کیا اصول وضع کئے ہیں؟ اس ضمن میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ دورِ حاضر میں مناظرے کا مروجہ طریقہ (جسے بالعموم دین کی ایک بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے) کس حد تک اسلام کے مقرر کردہ اصول تبلیغ کی روشنی میں شرعی اور درست کہا جاسکتا ہے؟ مصنف علیہ الرحمۃ نے موجودہ طرقِ تبلیغ کی تحلیل کرنے کے بعد بتایا ہے کہ ان میں سے اکثر وبیشتر بلکہ سب طریقے غیر مسلم جماعتوں کے اختراعِ ذہنی کا نتیجہ ہیں اور یہ محض اس لئے اختراع کئے گئے تھے کہ وہ دوسرے ادیان اور ان کے پیشواؤں کی تحقیر کر کے خود اپنے ادیان کے لئے پردہ پوشی کا سامان کرسکیں اور دوسروں کو اس کا موقعہ نہ دیں کہ وہ ان کے دینِ باطل کی غلط تعلیمات کی طرف متوجہ ہو کر اُس کے عیوب کو آشکارا کرسکیں۔

دوسرا حصہ فرامینِ سید المرسلین کے زیرعنوان ہے۔اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین ومکاتیب کو جمع کیا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے میں مختلف مملکتوں کے سربراہان کے نام روانہ فرمائے تھے۔اِن فرامین کے ساتھ ان سے متعلق تاریخی وحدیثی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔کتاب کا یہ حصہ بہت زیادہ مہتم بالشان ہے۔یہ حصہ ابتدا سے انتہا تک مصنف علیہ الرحمۃ کی وسیع النظری، دقیق رسی اور مہارتِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تیسرا حصہ نتائج وعبر کے نام سے موسوم ہے۔اس میں وہ تمام معرکۃ الآراء مباحث ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور پھر سلاطینِ عالم جن کے نام یہ فرامین ارسال کئے گئے تھے، اُن کے اس دعوتِ نبوت کو قبول کرنے یا انکار کرنے سے پیدا ہوئے تھے۔تبلیغ کا مفہوم، جہاد کی حقیقت، اس کے اصول واسباب، قتلِ مرتد، تکفیر اہل قبلہ، جزیہ کی تعریف، اسلام اور اس کا نظام، اسلام کا دوسرے ادیان پر تفوق وامتیاز۔یہ تمام وہ قابل قدر ابحاث ہیں جنہیں عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں پوری شرح وبسط کے ساتھ کتاب کے اس آخری حصے میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسرے حصے میں ان نتائج اور حالات کو بیان کیا گیا ہے جو آپ کی دعوت دین اور بادشاہوں کے نام خطوط ارسال

کرنے کے بعد ان کے اس دعوت کو قبول کرنے یا عدم قبول کی بنا پر پیدا ہوئے۔

تدوین سیر و مغازی/مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

اردو زبان میں سیر و مغازی کی تدوین و تالیف اور اس فن کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب عرف قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے "تدوین سیر و مغازی" کے عنوان سے کتاب تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں مصنف رحمہ اللہ نے فن سیر و مغازی کے ابتدائی اور ارتقائی نقوش کو مسلسل محنت، تحقیق اور جاں فشانی سے فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان میں اپنے موضوع پر یہ اولین کتاب ہے جو پہلی صدی ہجری کے نصف آخر سے تیسری صدی ہجری تک فن سیر و مغازی کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس ضمن میں اس دور کے علمائے سیر و مغازی اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ علم حدیث کی اس خاص نوع کے بارے میں ان کی تصنیفی، تعلیمی اور روایاتی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کا سب سے پہلا ایڈیشن شیخ الہند اکیڈمی، دیوبند، انڈیا سے سن ۱۴۰۰ھ (بہ مطابق ۱۹۸۰ء) میں شائع ہوا۔ پاکستان میں اسے دارالنوادر، لاہور سے سن ۲۰۰۵ میں شائع کیا گیا۔ پاکستانی اشاعت میں کتاب کی ابتدا میں فن سیر و مغازی کے حوالے سے پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کا پر مغز مقدمہ شامل ہے۔ مصنف نے کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ **سیر و مغازی تدوین سے پہلے:** اس باب میں مصنف نے ابتدا میں سیر و مغازی کے لغوی و اصطلاحی معانی بیان کرنے کے بعد اس سے متعلقہ ابحاث اور مغازی کے چند خاص راویوں اور ان کے معیار کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۷ غزوات اور ۵۷ سرایا کی تفصیلات کو جدولی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس باب میں مصنف نے اصحاب المغازی اور اصحاب الحدیث کا فرق بیان کیا ہے اور ان کے روایتی معیار کو متعین کیا ہے۔ مغازی کے خصوصی راویوں کا بسط و تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عرب، دورِ جاہلیت سے ہی اپنے ایام و وقائع کا تذکرہ بطور مفاخرت کیا کرتے تھے۔ اسلام کے بعد غزوات و سرایا کے ذکر اذکار نے اس آبائی مجد و شرف کا مقام بجا طور پر حاصل کر لیا تو ان غزوات و سرایا کا تذکرہ گھر گھر میں ہونے لگا، خصوصی مجلسوں اور دروس کی عمومی مجالس میں، پھر مساجد اس کا چرچا کر کے خیر و برکات کو حاصل کیا جانے لگا۔ ان مجالس میں سے "مجلس القلادہ" کا حال نہایت مؤثر پیرائے میں بیان کیا ہے۔

۲۔ **سیر و مغازی کا تحریری سرمایہ:** اس باب میں قرآن کریم کی ان سورتوں کے بارے میں ذکر ہے جن میں غزوات کا ذکر آیا ہے، ان سورتوں کی طرف آپ نے اجمالی اشارہ کیا ہے کہ کن کن غزوات کا ذکر کن کن سورتوں میں ہوا ہے مثلاً غزوہ بدر سورہ انفال میں، غزوہ احد اور بدار الصغری سورہ آل عمران میں، سریہ ابن الحضرمی سورہ البقرۃ میں وغیرہ وغیرہ۔ اسی حوالے سے عہد نبوی کی سولہ یادگار تحریروں کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ جن میں کچھ مفصل ہیں اور کچھ مختصر ہیں نیز ہر تحریر کا

مستند ماخذ بھی ذکر کیا ہے۔

۳۔ تدوین سیر و مغازی کی ابتدا پہلی صدی کے نصف آخر میں: اس باب میں پہلی صدی ہجری میں سیر و مغازی پر ہونے والے کام کے بارے میں تفاصیل موجود ہیں۔ مصنف کے مطابق اس صدی کے نصف آخر میں ہی عروہ بن زبیر، ابان بن سعید بن العاص اور ابن شہاب زہری نے اپنی اپنی کتب کو مدون کر دیا تھا لیکن ناموافق حالات وواقعات کی بنا پر وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے سیر و مغازی کے دو دور بتائے ہیں۔ پہلا دور پہلی صدی کے نصف آخر سے اس کت اختتام تک ہے جب کہ اس میں باقاعدہ تصنیف وتالیف کا کام شروع نہیں ہوا تھا۔ پہلے دور کی چھ کتب اور سات رواۃِ مغازی کے حالات تحریر کئے ہیں۔ دوسرے دور کا آغاز دوسری صدی کی ابتدا سے ہوا ہے۔ اس دور کی سات کتب اور سات رواۃِ مغازی کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ مختلف شہروں کے علمائے سیر و مغازی اور مصنفین: اس باب میں سیر و مغازی کے ماہرین و مصنفین کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔ جن میں کوفے کے نو، بصرے کے سات، واسط کے ایک، اور بغداد کے دس مصنفینِ سیر و مغازی کے حالات اور ان کی بیش قیمت تصانیف کا تعارف دلکش انداز میں کروایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ رے، مرو، بیہق، نیشا پور، جزیرہ، صنعا، دمشق، شام، مصر اور اندلس کے علما اور ان کی تصانیف کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔

۵۔ سیر کی فقہی تدوین: اس باب میں سیر و مغازی کی فقہی تدوین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ضمن میں امام محمد کی السیر الصغیر، السیر الکبیر، حسن بن زیاد لولوئی کی کتاب السیر ، واقدی کی کتاب السیر اور داود بن علی اصفہانی، صالح بن اسحاق جرمی، محمد بن سحنون تنوخی وغیرہ کی کتب سیرت کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

اپنے موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب ایک بلند پایہ تحقیقی کتاب کا مقام رکھتی ہے۔ سیر و مغازی کی تدوین کے حوالے سے انتہائی جان دار اور بہترین کتاب ہے۔ دستی کتابت سے مزین اس کتاب کی پیش کش کا انداز اچھا ہے اور طباعت میں بھی سلیقہ مندی نمایاں ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم/ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۵ء تا ۱۹۳۳ء)/ مترجم: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کا تعلق نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ان پر نبوت کے سلسلے کے اختتام سے ہے۔ اس کتاب کا موضوع بھی عقیدہ ختم نبوت ہے۔ درحقیقت اس کتاب سے مصنف کے بنیادی مقصد دو تھے:

(۱) عوام الناس میں نبی کریم ﷺ کی ذات کے حوالے سے ان کے خاتم النبیین ہونے پر رائے عامہ کو بیدار کرنا اور حقائق سے آگاہ کرنا۔)

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا باطل کرنا اور اس دعوے کی حقیقت کو اجاگر کرنا۔

یہ کتاب مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی آخری تصنیف ہے اور فارسی زبان میں ہے۔اس کتاب میں بنیادی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔کتاب اپنے موضوع پر علوم وحقائق کا بہترین خزینہ ہے۔

اس کی اولین اشاعت ۱۳۵۳ ہجری میں مجلسِ علمی کراچی سے ہوئی۔دوسری اشاعت ۱۳۸۷ ہجری میں ہوئی۔اردو زبان میں اس کا سب سے پہلا ترجمہ مولانا عزیز الحق صاحب (استاد جامعہ ڈابھیل) نے کیا۔بعد میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ترجمہ کیا جو بوجوہ شائع نہ ہوسکا۔اس کا تیسرا ترجمہ حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کی تحریک پر مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے کیا، جو بہترین انداز میں شائع ہو چکا ہے۔چوتھا ترجمہ حضرت کشمیریؒ کے شاگرد عزیز مولانا ایوب صاحب اعظمیؒ کے خلف الرشید مولانا حکیم عزیز الرحمن صاحب اعظمیؒ نے کیا جو حضرت مولانا انظر شاہ مسعودیؒ کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔یہ ترجمہ سن ۱۹۹۸ء میں مکتبہ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ سے شائع ہوا۔چند سال قبل اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی جامعہ امام انورؒ سے شائع ہو چکا ہے۔تعریب کا کام مولانا عبدالرشید صاحب بستوی نے انجام دیا۔

کتاب کے چند مرکزی عنوانات یہ ہیں: ۱۔نبوت اور منصب نبوت۔ ۲۔ختم نبوت۔ ۳۔خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۴۔تفسیر آیت خاتم النبیین۔ ۵۔ختم نبوت اور قرآن کریم۔ ۶۔ختم نبوت اور حدیث نبوی۔ ۷۔اجماع امت اور ختم نبوت۔ ۸۔ختم نبوت اور صوفیائے کرام۔ ۹۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

اب شائع ہونے والی کتاب میں اس کے منتشر مضامین کی تبویب کردی گئی ہے۔کتاب میں موجود آیات، احادیث اور دیگر اقتباسات باحوالہ ہیں۔کتاب کے آخر میں آیات، احادیث، اسماء اور اماکن کا اشاریہ بھی شامل ہے۔کتابیات کی فہرست بھی مہیا کی گئی ہے۔کتاب کو عام قاری کے لئے آسان بنانے کی خاطر فارسی متن اور اردو ترجمے کو الگ الگ کردیا ہے اور دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے پوری کتاب کو ۲۳۰ فقروں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔قابل توضیح مقامات پر تشریح کے زیر عنوان شرح کی گئی ہے۔

خاتم النبیین / قاری محمد طیبؒ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۳ء)

یہ تصنیف بھی سیرت خاتم النبیین پر نہیں بلکہ مسئلۂ ختم نبوت کے بارے میں چند بنیادی عناوین وموضوعات کا جامع مرقع ہے۔(خاتم النبیین / قاری محمد طیب/ لاہور، ادارہ عثمانیہ/ص ۸۳) یہ کتاب ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیازی اوصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تھے اور نبی کریم کی ذات میں پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات وامتیازات مجتمع ہوگئے ہیں۔پچاسی صفات پر مشتمل یہ ایک مختصر مگر جامع اور بلیغ کتاب ہے۔اس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مصنف علیہ الرحمۃ ایک ایسے نکتے کو زیر بحث لاتے ہیں جس میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ اولین بھی ہیں۔اس کے

اثبات کے لئے انہوں نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کو بطور استدلال بھی پیش کیا ہے۔

اس نکتے کی تشریح میں حکیم الامتؒ رقم طراز ہیں:

شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور نا قابل تغیر ہونے کے ساتھ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر میں ہی رکھی جاتی ہے۔ (ص: ۲۰۴)

مصنف اس کی وضاحت ایک طبعی اصول کے ذریعے کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جو وصف کسی پر ختم ہو اس کا مبدا بھی وہی چیز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سورج کو خاتم الانوار مانیں گے تو اسی کو فطری طور پر انوار کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کیونکہ نور اور روشنی کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی کے سبب سے ہوا اور جہاں کہیں بھی روشنی کی جھلک ہے وہ اسی آفتاب کے دم سے ہے، لہٰذا روشنی کے حق میں خاتم کہہ کر اس کو فاتح بھی ماننا پڑے گا۔ (ص: ۲۰۶)

یہ بات قطعی الثبوت ہے کہ نبی کریم کی ذات خاتم النبیین ہے، اب مذکورہ بالا اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کمالات نبوت اور کمالات علم و عمل کی منتہا بھی آپ کی ذات ٹھہرتی ہے، لہٰذا نبوت اور کمالات نبوت میں سے کسی کو کوئی بھی حصہ یا کرشمہ ملا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فیض سے ملا ہے خواہ اس کمال نبوت کا تعلق علم سے ہو، عمل سے ہو، اخلاقیات سے ہو، یا اجتماعی حال سے ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات خاتم نبوت ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح نبوت بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول بھی ہیں اور آخر بھی، مبدا بھی ہیں اور منتہا بھی۔ اسی چیز کو مختلف دلائل سے پیش کیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب میں دلائل ختم نبوت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کی شان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت کو ثابت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مصدقیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں کیا گیا ہے۔ جب آخری اور جامع شریعت کا سرچشمہ آپ ہیں تو سابقہ شریعتیں بھی بالواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلی ہوئی تسلیم کی جائیں گی۔ اس کتاب کو بہ قول مصنف دلائل ختم نبوت کی کتاب بھی کہا جاسکتا ہے، مصنف رقم طراز ہیں:

ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات وروایت پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں کہلائی جائیں گی اور یہ رسالہ جس میں آثار ولوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد بظاہر پیش کئے گئے ہیں، دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔ (ص: ۸۳)

انتہائی اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کے مندرجات اس قدر جامع ہیں کہ اگر ان کی تفصیل بیان کی جائے تو سیرت پر

ایک نادر کتاب منصۂ شہود پر آسکتی ہے۔ مصنف فرماتے ہیں:

اس کتاب میں سیرت خاتمیت کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی مختصر فہرست دی گئی ہے جس کے نیچے اس بلند پایہ سیرت کے امتیازی حقائق وتفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی میں سیرت خاتمیت کی ان تفصیلات اور ان کے مالہ اور ماعلیہ کو کھولا جائے تو بلاشبہ محدثانہ اور متکلمانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہوسکتی ہے۔ (ص: ۸۴۔۸۵)

سیرت المصطفیٰ/ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۴ء)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف سیرت المصطفیٰ سیرت النبی پر محدثانہ اسلوب میں لکھی گئی بہت قیمتی کتاب ہے۔ اس کتاب کی تین جلدیں قیام پاکستان سے پہلے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئیں اور چوتھی جلد قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کلاسیکی انداز میں لکھی گئی ہے۔

۲۔ کتاب کی تدوین وترتیب میں عربی زبان کی امہات کتب کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

۳۔ اس کے ذریعے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے فضائل وکمالات سے کما حقہ آگاہی ہوتی ہے۔ بہت سی احادیث وآیات کے نئے معانی معلوم ہوتے ہیں، نیز عربی کی تمام کتب سیرت کا نچوڑ اور خلاصہ ایک ہی کتاب میں مل جاتا ہے۔

۴۔ اس میں سیرت النبی کے ہر پہلو کو راسخ اسلامی عقائد کے مطابق حوالہ جات اور استدلالات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ اس کتاب کے متعدد حصے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مصنف کی زبانی سنے تھے۔ ان کی رائے کے مطابق اس کتاب میں "سیر کے جتنے ضروری حقوق ولوازم ہیں، ان کو خاص طور پر پورا کیا گیا ہے۔"

۶۔ اہل علم ودانش کی تصدیقات کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو قبولیت عامہ حاصل ہونا بھی اس کا ایک اختصاص ہے۔

مولانا کاندھلویؒ اپنے دور کے بعض سیرت نگاروں سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے تھے، خصوصاً مولانا شبلی نعمانی کی تحریر کردہ سیرت النبی کے بعض مقامات پر شبلی کے مؤقف سے مولانا کاندھلویؒ اتفاق نہیں کرتے۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتاب کی تصنیف کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

سیرت کی ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں اگر ایک طرف غیر معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں ان کی خاطر کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے۔

(سیرت المصطفیٰ، مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، ص ۱۶)

اپنی تصنیف کے مقصد کے بارے میں حضرت کاندھلوی نے یہ وضاحت اس لئے کی تھی کہ ان کے نزدیک علامہ شبلی

نے سیرت النبی میں مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات کا جواب دینے میں جارحانہ کی بجائے دفاعی انداز اپنایا۔ بالخصوص غزوات اور معجزات کے باب میں انہوں نے محدثانہ انداز میں جرح کر کے اپنی جان چھڑوانے کی کوشش کی تو اس کا رد مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کیا۔ یہ بات تحریر کرنے کا مقصد، نہ تو سیرۃ النبی کی اہمیت کم کرنا ہے، اور نہ ہی کسی پر تنقید کرنا ہے، بلکہ اس چیز کی طرف نشاندہی کرنا ہے کہ مطالعہ کے دوران سیرت النبی کے دو ابواب میں (معجزات اور غزوات) میں ذرا محتاط رہیں یہ ابواب علماء حقہ کے ہاں سیرۃ مصطفی کے زیادہ مستند ہیں۔

سیرت المصطفیٰ میں مولانا کاندھلویؒ نے باوقار، مضبوط اور اعلیٰ پائے کا عالمانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تحقیق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عشق نمایاں ہے، اسی انداز کو پوری کتاب میں برقرار رکھتے ہوئے مولانا کاندھلویؒ حیات طیبہ کے ہر پہلو کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری سیرت طیبہ کی تحقیق سے سیراب ہوتے ہوئے اس کا فدائی بننے لگتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اگر کسی شخص کو سیرت طیبہ پر کوئی اور کتاب دستیاب نہ بھی آئے اور وہ صرف اسی کتاب کو بہ غور پڑھ لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کما حقہ سمجھنے کے لئے یہ کتاب ہی کافی ہے۔

سیرت رسول کریم (نور البصر فی سیرۃ خیر البشر)/مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۳ء)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو تحریر کرنے کے دوران مولانا مرحوم نے عربی کی دو کتابوں ''دروس التاریخ الاسلامی'' مصنفہ علامہ محی الدین خیاط مصری اور ''نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین'' مصنفہ علامہ خضری بک کو بہ طور خاکہ پیش نظر رکھا۔ اس لئے کہ اول الذکر کتاب میں درسی انداز کے ساتھ اختصار کی خوبی موجود تھی جب کہ مؤخر الذکر کتاب میں واقعات کی صحیح ترتیب اور اسلوب بیان کی ندرت کی خوبی موجود تھی، جس نے مصنف کی توجہ کو اپنی جانب کھینچا۔

اس کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر عنوان کی مناسبت سے آیات قرآنی یا احادیث مبارکہ کا ذکر کیا جائے تا کہ قاری کے ذہن میں سیرت کی اہمیت اور اس کے لئے آیات اور احادیث سے استشہاد کی عادت نمو پا سکے۔

غیر مسلموں کی جانب سے سیرت النبی پر وارد اعتراضات کے حوالے سے تفصیلی ابحاث بھی کی گئی ہیں۔ واقعات کو سال کے حساب سے بیان کرنے کے بجائے ایک تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تا کہ مضامین اور عنوانات میں باہمی ربط رہے۔ کتاب میں مناظرانہ انداز کے بجائے افہام و تفہیم کا انداز اختیار کیا گیا ہے، تا کہ غیر مسلم بھی اس کا مطالعہ کریں تو انصاف پسند اور حق پرست طبیعت رکھنے والے افراد اس سے متاثر ہوں۔

کتاب میں نہایت سہل اور سلیس اردو میں تمام حالات کا تفصیل سے احاطہ کیا گیا ہے۔ شروع میں مقدمہ سیرت تاریخی انداز میں شامل کیا گیا ہے جبکہ آخر میں جوامع الکلم اور شمائل نبوی کا بیش قیمت اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب/مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۴۳ء)

مولانا تھانویؒ نے یہ کتاب بنیادی طور پر احادیث کی روشنی میں مرتب کی ہے۔اس کو مرتب کرنے کی شروعات انہوں نے ۱۹۱۱ء میں کی اور ایک سال کے عرصے میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔کتاب کے مواد کو ایک مقدمہ، اکتالیس فصول اور ایک خاتمے پر تقسیم کیا گیا ہے۔مقدمے میں مصنف رحمہ اللہ نے ''نشر الطیب'' تحریر کرنے کی وجوہات،فصلوں میں تقسیم اور اس کے مآخذ کا ذکر کیا ہے،جب کہ خاتمے میں اپنے رسالے''زاد السعید'' سے درود شریف کی چالیس احادیث درج کی ہیں۔کتاب کے متن میں مشہور کتب احادیث اور کتب سیرت حوالے بھی جا بہ جا ملتے ہیں۔اس کتاب میں زیادہ تر استفادہ مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کی کتاب ''شیم الحبیب'' سے کیا گیا ہے،بہ قول مصنف نشر الطیب کو اس رسالے کا ترجمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' میں خیر البشر حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔آپ علیہ السلام کا شرف،نسب،ولادت،واقعاتِ طفولیت،تربیت،شباب سے نبوت تک کے حالات،نزولِ وحی، معراج،ہجرت،غزوات،خطوط،شمائل،اخلاق و عادات،معجزات،فضائل،اہل و عیال،امت کے ذمہ آپ علیہ السلام کے حقوق،آپ پر درود بھیجنے کی فضیلت،وصال اور حضرات صحابہؓ واہل بیت اور علماء کی محبت وعظمت کا بیان کیا گیا ہے۔ نیز درود وسلام کے مختلف الفاظ بالخصوص جو زیارت نبوی میں معین ہیں کا ذکر خیر بھی ہے۔

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی مرحوم تحریر کرتے ہیں:

> حضور کی صفات و مکارم،خصائص،عصمت،طرز معاشرت،خشیتِ مجاہدہ اور پاکیزگی،طبیعت وغیرہ کے بیان میں مولانا مرحوم نے احادیث وروایات عربی میں درج کی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کا ترجمہ بھی پیش فرمایا ہے،اس طرح یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہے،جنہوں نے اردو کے قارئین کو اصل متن اور ماخذ سے قریب تر کر دیا ہے۔

کتاب کی زبان بڑی سادہ و سلیس ہے۔اسلوب بیان صاف،رواں اور ہموار ہے۔ہر روایت یا بیان درج کرنے کے بعد کوئی نہ کوئی اخلاقی نتیجہ نکالا گیا ہے۔کوئی نہ کوئی نصیحت کی گئی ہے۔تیکنیکی اعتبار سے اس کتاب کو دور جدید میں طرز قدیم کی نمائندہ کتاب کہا جاسکتا ہے۔اور حقیقت یہی ہے کہ روشن خیالی کے اس دور میں بھی بلاشبہ ایسی کتابوں کی ضرورت ہے جو تاریخ و سیر کی صحیح،مستند اور معتبر روایات پر مشتمل ہوں تاکہ ان کا مطالعہ کرنے والے سیرت رسول کے اصل مآخذ اور سرچشموں سے سیراب ہوسکیں۔

سراپائے رسول ﷺ/مولانا اعجاز الحق صاحب قدوسی گنگوہیؒ (۱۹۰۵ء۔۱۹۸۶ء)

19 فروری سن 1986 عیسوی کو اردو کے مشہور ادیب،مورّخ اور محقق،مولانا اعجاز الحق قدوسی نے وفات پائی۔وہ جولائی سن 1905 میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ان کا تعلق سلسلہ چشتیہ کے نامور صوفی شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے

خانوادے سے تھا اور اسی نسبت سے قدوسی کہلاتے تھے۔ شعر و ادب اور تصوّف و مذہب سے لگاؤ کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ اختیار کیا اور بچوں کے لئے سیرت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔

سن ۱۹۵۱ء میں اعجاز الحق قدوسی پاکستان چلے گئے جہاں انتہائی دشوار اور نامساعد حالات کے باوجود اپنی تاریخ ساز تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے متعدد تاریخی کتابیں تالیف کیں جن میں ۳ جلدوں میں تاریخ سندھ اور سندھ کی تاریخی کہانیاں خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ توزک جہانگیری کا اردو ترجمہ بھی ان کا ایک شاہکار ہے۔ حضرت مولانا کی یہ تصنیف ان کی دیگر تالیفات کی طرح بہت مقبول ہوئی اور اس کے بہت سے ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس میں مصنف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ، لباس، ہتھیار، معمولات و عادات، کھانے پینے کے آداب، اخلاق، معاشرت، اوقات عبادات، اور وفات کے اہم عنوانات کے تحت مستند احادیث مبارکہ کی روشنی میں انتہائی وقیع مواد فراہم کیا ہے۔

النبی الخاتم/مولانا سید مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء۔۱۹۵۶ء)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی یہ کتاب دراصل ان کا ایک طویل مقالہ ہے جو انہوں نے اپریل ۱۹۳۶ء میں تحریر کیا تھا۔ (النبی الخاتم/سید مناظر احسن گیلانی/لاہور، مکتبہ رشیدیہ، طبع چہارم، ۱۳۹۲ھ/ص ۱۳۱) یہ مقالہ جدید تحریک سیرت کے بانی عبدالمجید قریشی (مدیر: اخبار ''ایمان'' پٹی، لاہور) کی فرمائش پر لکھا گیا۔ (ایضاً ص ۲) مولانا ہندوستان کی ریاست بہار کے مردم خیز قصبے گیلان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبہ دینیات کے استاذ مقرر ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں اسی یونیورسٹی سے شعبہ دینیات کے صدر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

یہ کتاب سیرت کی وہ کتاب ہے جس میں بیان تو نبی کریم ﷺ کی سیرت کی گئی ہے لیکن اس میں احمد، محمد، مصطفیٰ، آں حضرت، رسول اکرم، خاتم النبیین اور آپ کے دوسرے ناموں میں سے کوئی بھی نام کہیں نہیں لیا گیا۔ تمام کتاب سیرت کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کاوش تحقیق کی صیقل گری سے آراستہ ہے، عشق رسول میں ڈوبی تحریر پر مشتمل ہے، انداز بیاں ایسا ہے کہ ہر سطر دل میں ترازو ہو جائے، لیکن مصنف نے آپ ﷺ کا نام اس میں کہیں نہیں لیا۔ غالباً مصنف علیہ الرحمۃ کا خیال یہ تھا کہ مشک و گلاب سے زبان قلم کو دھونے کے بعد بھی آپ ﷺ کا نام لکھنا بے ادبی ہے۔ یہ بھی عشق کا ایک نرالا انداز ہے۔ ایک شاعر نے محبوب کا نام نہ لینے کی بات کو بانداز غزل یوں کہا ہے:

ہزار حشر میں پرسش ہوئی مگر میں نے ۔۔۔ نہ دل کے داغ دکھائے نہ ان کا نام لیا

کتاب کا حسن آغاز بھی ذرا ملاحظہ کیجئے جیسے کنج لب سے صبح طلوع ہوتی ہے، جیسے سازِ عقیدت سے نغمۂ سحر پھوٹتا ہے:

> یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا وہی جو آگئے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا

جا رہا ہے، چڑھااور چڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔۔۔جو پچھلوں میں بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا، دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے جس طرح کل پہچانا گیا تھا، اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔

النبی الخاتم کو مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ مکی زندگی اور مدنی زندگی۔ مکی زندگی کو انہوں نے دل کی زندگی اور مدنی زندگی کو انہوں نے دماغ کی زندگی قرار دیا ہے۔ یہ ایک دل چسپ نقطۂ نظر ہے کہ مکی زندگی، دعوت وتبلیغ کی زندگی تھی، جس کا تعلق واردات قلبیہ سے تھا اور مدنی زندگی سیاسی اور عمرانی زندگی تھی جس کی گتھیاں سلجھانے کے لئے دماغی صلاحیتوں اور گہرے سوچ بچار کی ضرورت تھی۔

مصنف نے آں حضرت کی زندگی کے واقعات کو ربط اور تسلسل کے ساتھ درج نہیں کیا بلکہ صرف مخصوص پہلوؤں کا انتخاب کیا ہے۔ اکثر مقامات پر صراحت کے بجائے اشارات وکنایات سے کام لیا ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانیؒ اس کتاب کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> یہ کتاب اگرچہ سیرت پر لکھی گئی ہے جو تاریخ کا ہی ایک شعبہ ہے لیکن مصنف کا مقصد اس سے صرف ''سوانح نبویہ'' کی تدوین نہیں ہے اور اسی لئے واقعات میں تاریخی ترتیب کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ ان کا مطمح نظر اس میں تبلیغ اور دعوت الی الحق ہے۔ (النبی الخاتم: سید مناظر احسن گیلانی ص ۲)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ مایہ ناز کتاب انقلابی اور تحریکی اسلوب سیرت کی حامل کتاب ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کتاب کا ایک مقصد اپنے قاری کو سیرت نبوی کے حوالے سے دعوت الی اللہ اور اس کی راہ میں آنے والی مشکلات اور ثمرات سے آگاہ کرنا ہے، اور اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ در حقیقت سیرت النبی اور اسوۂ محمدی ہی وہ واحد منبع ہے جس سے عالم اسلام کی زندگی اور انسانی معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ انقلاب اور انقلابی عمل کے لئے جس تحریکی استعداد وصلاحیت، تحرک وفعالیت، عزم واستقامت اور جذبے وولولے کی ضرورت ہے وہ سیرت وکردار کی تعمیر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور''النبی الخاتم'' انقلابی وتحریکی عمل کی مذکورہ نشو ونما کرتی ہے۔

کتاب کا انداز بیان پر جوش، والہانہ، ولولہ انگیز اور خطیبانہ ہے اور در حقیقت یہی اس کتاب کی اصل خوبی ہے۔ سطر سطر سے وارفتگی کا اظہار ہوتا ہے، مصنف علیہ الرحمۃ اپنے اسلوب بیان میں منفرد ہیں، جیسے صاف وشفاف ندی گاتی اور گنگناتی ہوئی سنگِ رہ سے گاہ بچتی اور گاہ ٹکراتی ہوئی گزر رہی ہے۔

کتاب کی عوامی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل مختلف ناشرین کی جانب سے اس کے کثیر تعداد میں ایڈیشنز کی اشاعت ہے۔

(جاری ہے)